کلمہ حق

ابو عمار زاہد الراشدی

افغانستان میں عالم اسلام کی آرزوؤں کا خون

افغانستان میں روسی استعمار کے تسلط کے خلاف غیور افغانوں نے جہاد کے مقدس عنوان پر علم بغاوت بلند کیا تو دنیائے اسلام کے دینی حلقوں میں جوش و جذبہ کی ایک لہر دوڑ گئی کہ جہاد کا بابرکت عمل، جو ایک عرصہ سے مغربی استعمار کی سازشوں کے باعث ملت اسلامیہ کی عملی زندگی سے نکل چکا تھا، ایک بار پھر نظریاتی بنیادوں پر سفر نو کا آغاز کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد افغانستان کے دوران نہ صرف پورے عالم اسلام کے دل افغان مجاہدین کے ساتھ دھڑکے بلکہ دنیا کے ہر خطہ سے پرجوش مسلم نوجوانوں نے افغانستان کی سر زمین پر پہنچ کر اس جہاد میں عملاً حصہ لیا اور اس طرح جہاد افغانستان، عالم اسلام کی نظریاتی یک جہتی اور دینی تحریکات میں وحدت و اشتراک کے عنوان کے طور پر دنیا بھر کی توجہات کا مرکز بن گیا۔

جہاد افغانستان کی کامیابی اور کابل میں مجاہدین کی مشترک حکومت کے قیام کے بعد دنیا بھر کی اسلامی تحریکات کو یہ امید تھی کہ اب افغانستان میں ایک نظریاتی اسلامی حکومت قائم ہوگی اور مجاہدین کی جماعتیں اور قائدین مل جل کر افغانستان کی تعمیر نو کے ساتھ ساتھ اسلام کے عادلانہ نظام کا ایک مثالی عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے، جو دیگر مسلم ممالک میں نفاذ اسلام کی تحریکات کے عزم و حوصلہ میں اضافہ کا باعث ہوگا، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، بعض افغان راہ نماؤں کی نا عاقبت اندیشی اور ہوس اقتدار نے عالم اسلام کی آرزوؤں کا سربازار خون کر دیا ہے اور کابل کی خوفناک خانہ جنگی نے دنیا بھر کی دینی تحریکات کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

یہ درست ہے کہ اس خانہ جنگی کے پس منظر میں بیرونی لابیاں کام کر رہی ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس وقت دنیا کا واحد ٹھیکیدار امریکہ افغانستان کے مختلف گروپوں کے پاس موجود اسلحہ کی بھاری مقداد کو کابل کی مشترکہ کمان کی تحویل میں نہیں دیکھنا چاہتا' کیونکہ اس کے خیال میں اس صورت میں کابل اس قدر طاقت ور ہو جائے گا کہ اردگرد کی دیگر ریاستوں پر اثر انداز ہوسکے گا' اس لیے امریکہ اس اسلحہ کو خانہ جنگی میں اسی طرح ضائع کرا دینا چاہتا ہے' جس طرح اس نے ایران میں اپنا چھوڑا ہوا اسلحہ عراق ایران جنگ کی صورت میں ضائع کرا دیا تھا' اسی طرح امریکہ افغانستان میں ایک نظریاتی اسلامی حکومت اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ کو بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے' کیونکہ یہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظاموں کی ناکامی کے بعد عالم اسلام میں اسلام کے عادلانہ اور متوازن فلاحی معاشرہ کا "آغاز" ہوگا' جسے آگے بڑھنے سے روکا نہیں جا سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ چند ماہ قبل جنرل رشید دوستم کے دورہ امریکہ کے موقع پر یہ حکمت عملی طے کرلی گئی تھی کہ یا تو دوستم کے اشتراک کے ساتھ کابل میں ایک ڈھیلی ڈھالی حکومت بنوا دی جائے اور یا پھر افغانستان کو تقسیم کرکے وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں اور افغانستان کے درمیان ایک نئی بفر اسٹیٹ قائم کر دی جائے تاکہ کابل کی حکومت ان ریاستوں پر اثر انداز نہ ہوسکے۔ یہ ساری باتیں تسلیم' مگر سوال یہ ہے کہ اس سب کچھ کے لیے آلہ کار کون ہے؟ اور امریکہ ان مقاصد کے لیے استعمال کسے کر رہا ہے؟ پروفیسر برہان الدین ربانی' انجینئر حکمت یار اور انجینئر احمد شاہ مسعود اگر اپنے اپنے گریبان میں جھانک اس سوال کا جواب تلاش کر سکیں تو یہ ان کا پوری امت پر احسان ہوگا۔ اس ساری صورت حال میں اگر کوئی بات کسی حد تک اطمینان بخش ہے تو وہ یہ ہے کہ اس افسوسناک خانہ جنگی میں علما کی جماعتیں براہ راست شریک نہیں ہیں اور افغان مسلمانوں کا بے مقصد اور بے گناہ خون بہانے کے اس شرمناک عمل میں مولانا محمد نبی محمدی' مولانا محمد یونس خالص' مولانا جلال الدین حقانی اور مولانا ارسلان رحمانی کا نام سامنے نہیں آرہا' گویا اس کشمکش میں دینی مدارس کی تربیت یافتہ قیادت کا کردار نسبتاً" متوازن اور معتدل ہے' لیکن ان چاروں بزرگوں کی خدمت میں ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ افغان مجاہدین کی خانہ جنگی میں ان کا فریق کے طور پر سامنے نہ آنا ایک اچھا عمل ہے' جس پر وہ بلاشبہ تحسین کے

مستحق ہیں، لیکن یہ کردار کافی نہیں ہے، انہیں خانہ جنگی کو رکوانے کے لیے مصالحت کنندہ کا کردار ادا کرنا چاہیے اور آگے بڑھ کر ان لوگوں کو ان کے منفی طرز عمل کے سنگین نتائج کا احساس دلانا چاہیے جو محض شخصی انا یا گروہی ترجیحات کی خاطر شعوری یا غیر شعوری طور پر عالمی استعمار کا آلہ کار بن کر افغانستان کو تباہ کرنے پر تل گئے ہیں۔

(۱۸ر جنوری ۹۴ء)

حضرت مولانا عبد اللطیف بالا کوٹیؒ

گزشتہ ماہ کے دوران شاہی مسجد سرائے عالمگیر کے خطیب حضرت مولانا عبد اللطیف بالا کوٹی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی عمر ۶۷ برس کے لگ بھگ تھی۔ وہ دارالعلوم دیو بند کے فاضل تھے اور بالا کوٹ ہزارہ کے گاؤں بھنگیاں کے رہنے والے تھے۔ ان کی عمر کا بیشتر حصہ راولپنڈی، جہلم اور سرائے عالمگیر میں دینی علوم کی تدریس میں بسر ہوا۔ سرائے عالمگیر میں وہ ۱۹۶۱ء میں آئے اور آخر وقت تک وہیں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ شاہی مسجد میں خطابت کے علاوہ مرکزی عید گاہ میں جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن کے نام سے دینی درسگاہ قائم کی جو ان کا صدقہ جاریہ ہے اور ان کے فرزند میاں جمیل احمد بالا کوٹی اب اس درسگاہ کے منتظم ہیں۔

مرحوم نے مجلس احرار اسلام اور جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم پر دینی تحریکات میں حصہ لیا۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا، جو انہوں نے خوب نبھایا اور حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم کے ساتھ بھی گہری عقیدت رکھتے تھے۔ حق گو، بے باک اور خدا ترس عالم دین تھے۔ اب ایسے و نعدار بزرگوں کی تعداد دنیا میں کم ہوتی جا رہی ہے، جو بلاشبہ علامات قیامت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں، آمین۔